وحی کی حقیقت -- ایک مطالعہ

محمد امین شہیدی

" "وحی" ایسا موضوع ہے جس پر زیادہ سے زیادہ تحقیق کی ضرورت ہے۔ بعض مستشرقین اس حوالے سے گمراہ کن اور بے بنیاد نظریات کی پرچار کرتے ہیں تاکہ قرآن کریم کی حیثیت کو متنازع بنایا جاسکے اس حوالے سے اہل اسلام کی ذمہ داری ہے کہ وحی، ضرورت وحی، مصادیق وحی ایسے موضوعات کے حوالے سے جدید تحقیقات سامنے لائیں تاکہ جہاں مستشرقین کو جواب دیا جاسکے خود مسلمانوں کو بھی موضوع کی اہمیت معلوم ہوسکے۔ ادارہ ھذا کی طرف سے اس موضوع پر اسلام آباد میں ایک سیمینار منعقد کیا گیا جس میں مدیر المیزان جناب محمد امین شہیدی اور معروف دانشور ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک نے "وحی" کے بارے میں اپنی تحقیقات پیش کیں۔ قارئین کے استفادہ کے لیے بالترتیب دونوں مقالات پیش کیے جارہے ہیں۔" "ادارہ"

جہاں ایک عاقل اور باشعور انسان کائنات کے نظام میں غوروفکر اور تدبر کے ذریعے اس نتیجے تک پہنچتا ہے کہ خلقت عالم بے ہودہ نہیں ہوسکتی اس کے ہر پہلو میں کوئی فلسفہ اور ہر حرکت میں کوئی حکمت پنہاں ہے تو ساتھ ہی وہ یہ نتیجہ بھی اخذ کرلیتا ہے کہ نظام کائنات کی تخلیق کا مرکز اور محور وجود انسان ہے اور عالم ہستی انسان کو کمال تک پہنچانے کیلئے ہے کیونکہ اس نظام کے اندر رہتے ہوئے انسان کو خدا نے عقل جیسی عظیم نعمت سے نواز کر دیگر موجودات سے ممتاز کردیا اور فطرت انسانی کو نیکیوں اور برائیوں کی شناخت کی صلاحیت سے آراستہ کرکے وصول الی الکمال کا سفر اس کے لیے آسان کردیا لیکن کیا فطرت اور عقل ہی انسان کو ہدف خلقت تک پہنچانے اور سعادت ابدی سے ہمکنار کرنے کے لئے کافی ہے ؟

اگرچہ عقل انسانی میں بہت صلاحیت ہے اور اس کے بل بوتے پر انسان کائنات کی شناخت اور اس کے پیچیدہ نظام سے بہت حد تک پردہ اٹھا سکتا ہے لیکن آخر کار ایک مقام ایسا بھی آتا ہے جہاں عقل انسانی کی حدیں ختم ہوجاتی ہیں اور یہ پیامبر باطنی اسکی راہنمائی نہیں کرسکتا۔ یہاں اسے پیغمبر ظاہری اور پیغام عالم غیب کی ضرورت پڑتی ہے جو اسے اس مشکل سے نکالنے کی صلاحیت رکھتا ہے اسی پیغام عالم غیب کو وحی کہتے ہیں جس کا کام مشکل موقع پر مخلوقات کی راہنمائی ہے اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مخلوق کو خلقت کے ہدف تک پہنچانے کے لیے اس کا اپنے خالق سے **ربط** اور تعلق کی بنیاد وحی ہے۔

عقل کی حد سے پرے بندہ مومن کیلئے لذت شوق بھی ہے نعمت دیدار بھی ہے۔

لغت واصطلاح میں وحی کی حقیقت

راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ

وحی: لغت میں سریع اور تیز اشارے کو کہتے ہیں اور چونکہ اس کے معانی میں سرعت کا مفہوم چھپا ہوتا ہے اس لئے ہر تیز رفتار معاملے کو "امر وحی" کہا جاتا ہے(۱)

معجم مقائیس اللغۃ میں ابن فارس نے وحی کی تعریف میں کہا ہے کہ وحی خفیہ انداز میں تعلیم دینے کو کہا جاتا ہے(۲)

ابن منظور نے یوں بیان کیا ہے کہ

وحی سے مراد الہام، چھپی ہوئی بات، اشارہ کرنا، لکھنااور وہ چیز ہے جو دوسروں تک پہنچائی جائے(۳)

علمائے اہل لغت کی تعریفوں سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ کہ دوسروں تک نہایت تیزی سے اور خفیہ طور پر جو بات پہنچائی جائے اسے وحی کہتے ہیں۔

اہل شریعت کی اصطلاح میں وحی کی تعریف یوں ہے۔

اَلْكَلِمَةُ الْإِلٰهِيَّةُ الَّتِي تُلْقٰى إِلٰى أَنْبِيَائِهٖ وَأَوْلِيَائِهٖ وَحْيٌ

اللہ کی طرف سے اس کے انبیاء اور اولیاء کی طرف القاء کئے جانے والے کلام کو "وحی" کہا جاتا ہے(۴)

قرآن کریم میں لفظ وحی کا استعمال

قرآن کریم میں ستر سے زیادہ آیات میں "وحی" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس میں ساٹھ سے زیادہ

آیات اللہ کے رسولوں سے مربوط ہیں لیکن باقی آیات میں وحی کے مخاطبین اللہ کے رسول نہیں۔ بلکہ انسانوں اور دیگر مخلوقات کی مختلف اصناف ہیں مثلاً درج ذیل موارد کی مثال قرآن کریم میں ملتی ہے۔

(الف) حواریوں پر وحی :۔

سورہ مائدہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُونَ

اور جب ہم نے حوارئین کی طرف الہام کیا کہ ہم پر اور ہمارے رسولوں پر ایمان لے آؤ تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے اور تو گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔(۵)

بعض مفسرین نے آیت کے ظاہر کو قبول نہیں کیا لہٰذا تفسیر کشاف ج ا اور تفسیر بیضاوی ج ۲ میں اس کی توجیہ کی گئی ہے اور کہا گیا ہے اللہ نے اپنے رسولوں کے ذریعے حوارئین کو حکم دیا تھا کہ وہ ایمان لے آئیں لیکن علامہ طباطبائی نے تفسیر المیزان میں اس آیت کے ضمن میں فرمایا کہ عین ممکن ہے وہ حواری انبیاء میں سے ہوں پھر مندرجہ بالا توجیہ اور تاویل کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ (۶)

لیکن امام باقر علیہ السلام سے مروی ایک روایت کے مطابق اس آیت میں وحی سے مراد " الہام " لیا گیا ہے اسطرح سے علامہ طباطبائی کی توجیہ کی ضرورت بھی ختم ہوجاتی ہے۔ (۷)

(ب) " ام موسیٰ پر وحی "

قرآن میں دو جگہوں پر مادر موسیٰ پر وحی کا تذکرہ آیا ہے ۔

سورہ قصص میں ارشاد ہوتا ہے

وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى أَنْ أَرْضِعِيهِ

اور ہم نے مادر موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنے بچے کو دودھ پلاؤ(۸)

اس آیت کی تفسیر میں بھی دو آراء ہیں ایک یہ کہ اللہ نے ایک فرشتہ مادر موسیٰ کے پاس بھیجا تھا البتہ ان کو نبوت کا مرتبہ حاصل نہ تھا جیسا کہ حضرت مریم کے بارے میں بھی ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ ام موسیٰ نے یہ سب خواب میں دیکھا تھا(۹)

(ج) حضرت " ذکریا کی اپنی قوم کی طرف وحی "

ارشاد باری ہے

فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا

اس کے بعد ذکریا محراب عبادت سے قوم کی طرف نکلے اور انہیں اشارہ کیا کہ صبح وشام اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے رہو۔ (۱۰)

اس آیت کے سیاق وسباق کو دیکھنے سے "وحی" کا مفہوم واضح ہوجاتا ہے کیونکہ اس سے پہلی آیات میں تذکرہ ہے کہ حضرت ذکریا نے اللہ سے دعا کی کہ خدایا میرے لئے کچھ نشانیاں قرار دے ارشاد ہوا کہ تمہاری نشانی یہ ہے کہ تین راتوں تک لوگوں سے بالکل گفتگو نہ کرسکے گا ہاں اشاروں میں چاہو تو گفتگو کرسکوگے۔ حضرت ذکریا کی نشانیوں کے پیش نظر جب ہم آیت کا ملاحظہ کریں گے تو واضح ہوجائے گا۔ کہ آیت میں لفظ وحی اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی جب اپنی قوم کی طرف آئے تو انھیں اشاروں سے اللہ کا ذکر کرنے کی دعوت دی۔

شہد کی مکھی پر وحی

ارشاد رب جلیل ہے

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ

اور تیرے رب نے شہد کی مکھی پر وحی کی کہ وہ پہاڑوں ' درختوں اور چھتوں کے نیچے اپنا گھر بنالیں (۱۱)

چونکہ شہد کی مکھیوں کا ایک جامع اور مکمل نظام ان کی فطرت میں موجود غریزہ کی نشاندہی کرتا ہے لہٰذا کہا جاسکتا ہے ' وحی کا لفظ آیت میں اپنے وسیع مفہوم کے مطابق استعمال کیا گیا ہے۔

(ح) آسمانوں پر وحی

آسمانوں کی خلقت کے بارے میں ارشاد رب العزت ہے۔

فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا۔

پھر ان آسمانوں کو دو دن کے اندر سات آسمان بنا دیے اور ہر آسمان میں اس کے معاملہ کی وحی کردی (۱۲)

آیت میں وحی وصول کرنے والے کا بیان نہیں ہے لہٰذا دو طرح کے احتمالات دیئے گئے ہیں۔

۱ خود آسمانوں نے وحی وصول کی ہو

۲ آسمانوں کے باسیوں نے وحی وصول کی ہو

دوسرے احتمال کو بعض وجوہات کی بنا پر ترجیح حاصل ہے یعنی اللہ کی وحی کو وصول کرنے والے آسمانوں کے باسی فرشتے تھے۔

(ط) "زمین پر وحی"

احوال قیامت کے ذکر میں ارشاد رب العزت ہے

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا

اس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی۔ کہ تمہارے پروردگار نے اسے وحی کی ہے۔(۱۳)

آیت میں تصریح ہے کہ وحی کی مخاطب زمین ہے جوکہ جمادات میں سے ہے اور اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین بھی شعور وادراک کی ایک خاص صورت کی حامل ہے

(ی) "شیاطین پر وحی"

سورہ انعام میں دو جگہ شیطانوں پر وحی کا تذکرہ آیا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کیلئے جنات اور انسان کے شیاطین کو ان کا دشمن قرار دے دیا ہے یہ آپس میں ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کے لیے مہمل باتوں کے اشارے کرتے ہیں۔(۱۴)

اسی طرح ارشاد ہوتا ہے۔

وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ

اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں (وسوسہ) ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں (۱۵)

دونوں آیات میں شیاطین کے مابین ردوبدل ہونے والی چیزوں پر وحی کا اطلاق ہوا ہے اسکی وجہ شاید یہ ہو کہ شیاطین کے ڈالے ہوئے وسوسے ہمیشہ پنہاں اور چھپے ہوتے ہیں اس اعتبار سے "لفظ وحی" کا یہاں پر لغوی معنی ہی ہو گا یعنی دوسروں کےدلوں میں کسی خبر کا خفیہ طور پر القاء کرنا۔

اب تک کی گفتگو سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں کلمہ "وحی" مختلف مصادیق کے لیے استعمال ہوا ہے البتہ اکثر مواقع پر اللہ کے رسولوں کے بارے میں آیا ہے لہٰذا علامہ طباطبائیؒ کے بقول دینی آداب کا تقاضا یہ ہے کہ اس لفظ کو صرف اللہ اور اس کے رسولوں کے مابین رابطے کے لیے ہی استعمال کیا جائے اگرچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ وحی کے مختلف مراتب ہیں اور اللہ کے بھیجے ہوئے رسول اس

کے سب سے عالی مرتبے سے مستفید ہوتے ہیں جبکہ دوسری مخلوقات حتیٰ جمادات بھی اپنے مراتب اور درجات کی نسبت کم تر مرتبے سے مستفید ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں جو مخلوق اپنے رب سے جتنی قریب ہوگی اسی تناسب سے وحی کے اعلیٰ درجے کی حامل بھی ہوگی۔

قرآن میں استعمال کے لحاظ سے وحی کے مندرجہ ذیل معانی سامنے آتے ہیں۔

الف) وحی بمعنائے فطرت : یعنی کسی حیوان کے دل میں فطرت کے راستے کوئی بات ڈال دیناجیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ۔

اور تمہارے رب نے شہد کی مکھیوں پر وحی کی ۔(۱۶)

ب) وحی بمعنائے خواب :۔ یعنی خواب میں کوئی بات کسی کے دل میں ڈال دینا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰی

اور ہم نے موسیٰ کی والدہ پر حالت خواب میں وحی کی (۱۷)

ج) وحی بمعنائے وسوسہ :

قرآن کریم میں وحی وسوسہ کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے

اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِھِم

خبردار رہو کہ شیاطین اپنے دوستوں کو وسوسہ میں ڈال دیتے ہیں (۱۸)

ح)۔ وحی بمعنائے اشارہ =

بعض مقامات پر اشارے سے کسی بات کے بیان کے لیے بھی وحی کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

فَاَوْحٰٓی اِلَیْھِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا

پس ان کی جانب اشارہ کیا کہ صبح اور شام کے وقت اللہ کی تسبیح کرو۔ (۱۹)

انبیاء پر وحی کی اقسام :

قرآن کریم میں وحی کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں پہلی قسم وہ ہے جسے " لغت فی روع " کہتے ہیں اس قسم کی وحی میں پیغمبر کے دل میں اللہ کا پیغام نازل ہوتا ہے دوسری قسم وہ ہے جس میں اللہ اپنے رسول سے کسی حجاب اور پردے شی کی ماوراء سے گفتگو کرتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ سے اللہ

نے گفتگو کیلئے درخت میں آواز پیدا کی اور حضرت موسیٰ نے آواز سنی تیسری قسم وہ ہے جس میں اللہ کی طرف سے مقرر شدہ فرشتہ اللہ کا پیغام اسکے رسول تک پہنچاتا ہے قرآن نے ان تین اقسام کی تائید کی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ

اور کسی انسان کے لیے یہ بات نہیں ہے کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر یہ کہ وحی کردے یا پس پردہ سے بات کرلے یا کوئی نمائندہ فرشتہ بھیج دے اور پھر وہ اس کی اجازت سے جو وہ چاہتا ہے وہ پیغام پہنچا دے کہ وہ **یقیناً** بلند وبالا اور صاحب حکمت ہے۔ (۲۰)

ان تین اقسام کے مابین واضح فرق ہے پہلی قسم وہ ہے جو صرف خدا اور بندے کے مابین ہی چھپی ہوئی ہے اور دونوں کے مابین کسی تیسرے وجود کا کوئی کردار نہیں دوسری اور تیسری قسم میں خدا اور انبیاء کے درمیان کسی پردے اور حجاب یا پیغامبر کا فاصلہ ہے ایک قسم میں پیغامبر اللہ سے وحی وصول کرکے انبیاء تک پہنچاتا ہے اور دوسری میں پردہ اور حجاب وحی کو پہنچانے کا ذریعہ نہیں ہیں بلکہ اسکے ماوراء سے انبیاء تک وحی پہنچتی ہے۔

سورہ شعراء کی آیت :۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ

اسے جبرائیل امین لے کر نازل ہوئے ہیں یہ آپؐ کے قلب پر نازل ہوا ہے(۲۱)

بتارہی ہے کہ جبرائیل امین اللہ اور اسکے مابین رابطہ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

اسی طرح سورہ قصص کی آیت :۔

فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يَا مُوسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ

پھر جو اس آگ کے قریب آئے تو وادی کے داہنے رخ سے ایک مبارک مقام پر ایک درخت سے آواز آئی کہ موسیٰ میں عالمین کا پالنے والا خدا ہوں۔ (۲۲)

میں اللہ کا کوہ طور پر درخت کے ذریعے حضرت موسیٰ سے تیسری قسم کی طرف اشارہ ہے۔

زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے رسول، نبی اور محدث کے معانی کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا۔ رسول وہ ہے جو وحی کے فرشتے کو دیکھے وہ دیکھتا ہے کہ فرشتہ اللہ کی طرف سے رسالت لیکر اس کے پاس آیا ہے اور کہتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے تمہیں فلاں فلاں احکامات دیئے ہیں۔ رسول رسالت کے منصب کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ نبی بھی ہوتا ہے۔ لیکن نبی اس پر نازل ہونے والے فرشتے کو نہیں دیکھتا بلکہ اللہ کی طرف سے احکام اس کے دل پر نازل ہوتے ہیں اور اس وقت اس پر مدہوشی کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے لیکن محدث وہ ہے جو فرشتے کی صدا تو سنتا ہے لیکن اسکی شکل وصورت نہیں دیکھ سکتا۔

زرارہ کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ اسے یہ کیسے معلوم ہوتا ہے کہ جو اس نے دیکھا وہ حق اور صحیح ہے فرمایا اللہ اس کے لیے بیان کردیتا ہے جس سے اسے یقین حاصل ہوجاتا ہے لیکن فرشتے کو نہیں دیکھتا(۲۳)

اس حدیث شریف کے حوالے سے علامہ طباطبائی نے تفسیر المیزان میں نکات بیان فرمائے ہیں اولاً یہ کہ رسول میں نبوت اور رسالت دونوں صفات کا جمع ہونا ممکن ہے۔

ثانیاً یہ کہ مدہوشی کی کیفیت سے مراد غیب کا اداراک اور مشاہدہ ہے۔

ثالثاً یہ کہ چونکہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں لہٰذا ملائکہ کی طرف سے القاء ہونے والی چیزوں کو شیطانی القاآت سے جدا کرکے انہیں پرکھ سکتے ہیں(۲۴)

حضورؐ کے قلب مبارک پر نزول قرآن کا تذکرہ قرآن کریم میں متعدد مواقع پر آیا ہے ان آیات میں قلب سے مراد کیا آپؐ کا دل ہے؟ یا اس سے مراد کچھ اور ہے؟ پہلے درج ذیل آیات کا مطالعہ فرمائیے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ

اسے جبرئیل امین لے کر نازل ہوئے ہیں یہ آپ کے قلب پر نازل ہوا تاکہ آپ لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں یہ واضح عربی زبان میں ہے (۲۵)

ایک اور جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ

جو لوگ جبرئیل سے دشمنی کرتے ہیں انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہی تو ہے جس نے اللہ کی اجازت سے آپ کے قلب پر قرآن نازل کیا ہے (۲۶)

دراصل قرآن میں جہاں کہیں " قلب " کا تذکرہ آیا ہے اس سے مراد وہ گوشت کا لوتھڑا ہرگز نہیں جو سینے کے بائیں جانب دھڑکتا ہے اور تمام بدن میں خون کی ترسیل کا کام کرتا ہے بلکہ اس سے مراد انسان کی وہ حقیقت ہے جسکی طرف شعور وادراک کی نسبت دی جاتی ہے قرآن کی آیات ہی اس مدعا پر دلیل ہیں۔ سورہ احزاب میں یوں ارشاد ہوتا ہے:۔

وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ

اور کلیجے منہ کو آنے لگے (۲۷)

یعنی جب قلوب حلق تک پہنچیں گے واضح ہے کہ یہاں قلوب سے مراد جانیں ہیں نہ دل۔ سورہ بقرہ میں قلب کو ایسی چیز قرار دیا گیا ہے جو گناہ اور ثواب دونوں صفات سے متصف ہوتی ہے ارشاد ہوا ہے:۔

فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ

گواہی چھپانے والے کا دل گناہ گار ہوگا(۲۸)

جبکہ یہ بات واضح ہے کہ گوشت کا وہ لوتھڑا جسے دل کہا جاتا ہے ہرگز گناہ نہیں کرتا بلکہ مراد انسان کا نفس اور اس کی حقیقت ہے۔ مندرجہ بالا آیات میں غوروخوض سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ وحی کے نزول کے موقع پر حضورؐ کے حواس ظاہری نہیں بلکہ آپؐ کی روح وحی کو وصول کرتی تھی جملہ " علی قلبک " بتاتا ہے کہ حضورؐ کی آنکھیں اور کان وصول وحی میں دخیل نہیں تھے اور آپ حواس ظاہری کی مدد کے بغیر دیکھتے اور سنتے تھے اس لئے آپؐ کے نزدیک موجود افراد اکثر اوقات فرشتہ وحی اور امور وحی کا ادراک نہیں کرپاتے تھے۔

کیفیت وحی کے بارے میں بڑے پیچیدہ مباحث اہل فکر ونظر اور مفسرین کے مابین ہوتے رہے ہیں ہم ان مباحث میں پڑے بغیر سادہ انداز میں جو کچھ احادیث معتبرہ سے اخذ ہوتا ہے وہ یہاں پر بیان کریں گے جب رسول اللہ پر وحی نازل ہوتی تو آپ دیکھتے بھی تھے اور سنتے بھی تھے لیکن اپنے ظاہری دوکانوں اور دوآنکھوں کے ذریعے نہیں اسکی تائید روایات بھی کرتی ہیں جن میں ارشاد ہوا ہے اس وقت آپ پر بے ہوشی کی سی کیفیت طاری ہوجاتی تھی جسے " رحاء الوحی " کہا جاتا تھا بعض اوقات آپؐ اصحاب کے درمیان ہوتے تو یکایک آپؐ پر وحی نازل ہوتی اصحاب آپؐ کی تبدیل ہوتی کیفیت کا مشاہدہ کرتے لیکن انھیں کسی طرح کی کوئی آواز یا نقل وحرکت کا احساس نہیں ہوتا۔

آپ کے چہرے کی رنگت بدل جاتی اور **ھیبت الھٰی** اور عظمت خدا کااحساس آپ کی طبیعی

حالت کو دگرگوں کردیتا۔ وحی کی کیفیت کے بیان میں روایات مختلف ہیں کبھی فرشتہ وحی کسی انسان کی شکل میں آتا ،کبھی کسی خوبصورت صحابی کی صورت اختیار کرتا اور حضور تک وحی پہنچا کر واپس چلا جاتا ' حضورؐ کے صحابیوں کوبعد میں پتہ چلتا کہ فرشتہ وحی آیا تھا۔

نبی کریم ﷺ نزول وحی کی کیفیت کے بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں :

کبھی میں گھنٹی کی طرح کی کوئی آواز سنتا ہوں اور جب اس آواز کا تسلسل ختم ہوجاتا ہے تو مجھے بھی اللہ کا پیغام وصول ہوچکا ہوتا ہے یہ وحی کی سخت ترین کیفیت ہے اور کبھی فرشتہ وحی انسانی شکل میں میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے گفتگو کرتا ہے اور جب وہ واپس چلا جاتا ہے تو اسکی تمام باتیں میرے دل میں نقش ہوچکی ہوتی ہیں (۲۹)

آپؐ نے اس حدیث میں وحی کی کیفیت بیان کرتے ہوئے اسکی دوقسمیں بیان فرمائی ہیں ۔ ایک تو بلاواسطہ اللہ سے وحی کے ذریعے رابطہ اور دوسری قسم فرشتہ وحی کے ذریعے سے جس میں جبرائیل نہایت محبت اور احترام سے وحی لیکر آپؐ کی خدمت میں پہنچتے ۔ پہلی قسم کی وحی میں تکلیف کے آثار آپکے چہرہ انور پر رونما ہوجاتے جس کا اظہار آپ نے حدیث بالا میں بھی فرمایا اور دوسری قسم میں تکلیف والی کوئی بات نہ ہوتی ۔ قرآن کریم نے وحی کی پہلی قسم کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے ۔

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلاً ثَقِیْلاً

ہم عنقریب تم پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے (۳۰)

وحی کا سنگین اور بھاری ہونا روایات میں بھی مذکور ہے۔

زادالمعاد میں روایت نقل ہوئی ہے کہ کبھی کبھار وحی کی سنگینی کی یہ حالت ہوتی کہ اگر حضورؐ سواری پر ہوتے تو سواری زمین پر بیٹھ جاتی ایک بار ایسی حالت میں وحی نازل ہوئی کہ آپکا زانوئے مبارک زیدابن ثابت کے زانو پر تھا زید کو اپنے زانوں پر سنگینی کا ایسا احساس ہوا جیسے ابھی انکی ہڈیاں الگ ہوجائیں گی (۳۱)

اگر اسطرح کی روایات کو صحیح مان لیا جائے تو ان کی توجیہ کرنی پڑے گی۔ کیونکہ وحی کوئی مادی شے تو ہے نہیں جس کو مادی اوزان کے تحت تولا جاسکے آیت میں بھی اگر " قولاً ثقیلاً " آیا ہے تو اس کلام اور قول کی عظمت اور معنوی سنگینی اور اس پر عمل کرنے میں سختی اور صعوبت کی طرف اشارہ ہے نہ کہ مادی وزن کا حوالہ۔ دوسری زبانوں کی طرح عربی ادب کے لحاظ سے بھی یہ ثابت ہے کہ جب کسی چیز کی بڑائی اور عظمت کا اظہار مقصود ہوتو یہ انداز اپنایاجاتا ہے۔ قرآن کریم کی دوسری آیتیں بھی

ہمارے مدعا پر دلیل ہیں۔

سورہ حشر میں یوں ارشاد ہوتا ہے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر بھی نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ پہاڑ خوف خدا کی وجہ سے جھکا اور پھٹا جاتا ہے(۳۲)

نزول وحی احادیث کی روشنی میں

سیوطی نے بخاری ،مسلم اور بیہقی کے حوالے سے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ حارث ابن ہشام نے آپؐ سے سوال کیا کہ آپؐ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے ؟

آپ نے فرمایا کبھی فرشتہ میرے حضورؐ آتا ہے اور میں اس کی آواز سے اللہ کا بھیجا ہوا پیغام سمجھ لیتا ہوں وحی کی یہ قسم دیگر اقسام سے زیادہ سخت ہے اور کبھی فرشتہ کسی انسان کی صورت میں میرے سامنے آتا ہے اور مجھ تک اللہ کا پیغام پہچاتا ہے۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے خود بھی دیکھا ہے کہ بعض اوقات سخت سردیوں کے موسم میں آپؐ پر وحی نازل ہوئی اورجب وحی کا سلسلہ ختم ہوجاتا تو شدید سردی کے باوجود آپکی پیشانی سے پسینے کے قطرے گرنے لگتے (۳۳)

شیخ صدوق(رح) نے کتاب التوحید میں زرارہ سے نقل کیا ہے کہ اس نے امام صادقؑ سے پوچھا میری جان آپ پر قربان ہو نزول وحی کے موقعے پر آنحضرتؐ پر غشی کی کیفیت کا راز کیا ہے۔ امام صادقؑ نے جواب میں فرمایا یہ وحی کی وہ قسم ہوتی تھی جس میں اللہ اور اسکے نبی کے درمیان کوئی تیسری چیز حائل نہیں ہوتی تھی اور اللہ کا آپ سے براہ راست خطاب ہوتا تھا (۳۴)

حارث ابن ہشام نے نبی کریمؐ سے نزول وحی کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: کبھی آواز جرس" صلصلة الجرس "کے جیسی ہوتی ہے یہ آواز مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے پھر رفتہ رفتہ مجھ سے دور ہوجاتی ہے اور میں وحی کو حفظ کرچکا ہوتا ہوں (۳۵)

کبھی فرشتہ آدمی (یا نوجوان) کی شکل میں آتا ہے۔ وہ جو کچھ کہتا ہے میں سنتا ہوں اور سمجھ لیتا ہوں (۳۶)۔ یہ میرے لیے آسان ہوتا ہے (۳۷)

رسولؐ اللہ نے زنبور (مدھ مکھی یا بھڑ) کی جیسی آواز اپنے چہرے کے قریب سنی اور سورہ ۲۳ مومنون آیت (۱) سے آگے تک نازل ہوئی (۳۸)

رسول اللہ کی عادت تھی کہ وحی کی شدت کے نتیجے میں اپنے لبوں کو حرکت دیتے یا آیات قرآنی کو جلد جلد حاصل کرنے اور دل میں یاد کرلینے کے لیے ان کو آپؐ زبان پر لاتے، یہاں تک کہ آیت نازل ہوئی:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ

آپ (قبل وحی کے ختم ہوچکنے کے) قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے کہ آپؐ اس کو جلد جلد لیں۔ (۳۹)

اس کے بعد سے آپؐ اس وقت تک سنتے رہتے جب تک جبرئیل وحی تمام نہ کرتے۔ اور پھر جو کچھ وحی نازل ہوئی ہوتی اسے دہراتے (۴۰)

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں: میں نے پیغمبر اکرمؐ سے پوچھا کہ کیا آپؐ کو وحی کا احساس ہوتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں میں آوازیں (صلاصل یعنی دھات کی رگڑ جیسی) سنتا ہوں۔ کچھ دیر توقف کے بعد فرمایا کہ جب بھی مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میری روح محصور ہوگئی ہے۔(۴۱)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا جیسے روح القدس نے میرے ذہن اور عقل میں دم پھونکا ہو (نفث فی روعی) یہاں قلب نبی میں القاء معنی مقصود ہے۔ اور بھی بہت کچھ ہے۔ احادیث قدسی اسی نوعیت کی ہیں۔

ا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں: میں نے دیکھا کہ سخت سردیوں میں جب رسولؐ پر جبرئیل نے وحی نازل کی تو آپ کو پسینہ آ رہا تھا (۴۳)

ب۔ پیغمبرؐ کے سر پر ایک کپڑے کا سایہ ہوجاتا، آپؐ کے چہرے کا رنگ سرخ ہوجاتا، کچھ وقت جیسے کوئی سو رہا ہو خراٹے کی آواز آتی پھر کچھ دیر کے بعد آرام آجاتا تھا (۴۴)

ج۔ پیغمبرؐ کا رنگ نیلا ہوجاتا تھا

(تر بدلہ وجھہ)(۴۵)

د۔ معلوم ہوتا تھا جیسے سو رہے ہوں۔ (۴۶)

ہ۔ ابن طاوس نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ عثمان بن مظعون (م۲ھ) نے کہا کہ میں مکہ میں ایک دن حضرت رسالتؐ پناہ کے گھر گیا۔ دیکھا کہ آنحضرتؐ گھر میں بیٹھے ہیں۔ میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا اور گفتگو کرنے لگا۔ یکایک دیکھا کہ آپؐ کی آنکھیں

کچھ دیر کے لیے آسمان کی طرف اٹھیں ۔ پھر اپنی آنکھیں داہنے طرف کیں اور اپنے سر کو اس طرح حرکت دی جیسے کسی سے بات کررہے ہوں اور اس کی بات سن رہے ہوں کچھ دیر کے بعد آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر اپنے بائیں طرف نظر کی اور مجھے دیکھا۔ آپؐ کے چہرۂ گلگوں سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔ میں نے کہا یارسولؐ اللہ اس سے پہلے میں نے آپ کو اس حالت میں نہیں دیکھا تھا۔ فرمایا تم نے میری کیفیت مشاہدہ کی ۔ عرض کیا جی ہاں ۔ فرمایا : جبرئیل تھے جو نازل ہوئے اور یہ آیت لائے تھے :

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْىِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ(۴۸)

یقیناً" اللہ تعالیٰ عدل و احسان اور قریبیوں کو عطا کرنے کا حکم دیتا ہے اور برائیوں 'نافرمانیوں اور ظلم سے روکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے' شاید تم نصیحت قبول کرو۔(۴۹)

و۔ " جب محمدؐ پر وحی نازل ہوتی تو آپؐ بہت سختی برداشت کرتے۔ اس سے ہم لوگ سمجھ جاتے۔ اس وقت آپؐ اپنے صحابہ سے جدا ہوجاتے اور ان سے پیچھے رہ جاتے۔ تکلیف کی شدت سے کوشش کرتے کہ اپنے سر کو اپنے لباس سے ڈھانپ لیں (۵۰) " نیز یہ بھی ہوتا " جب رسول اللہ پر وحی نازل ہونا شروع ہوتی تو اپنے چہرے کو اپنی چادر میں چھپا لیتے۔ جب غشی کی سی کیفیت طاری ہوتی تو چہرہ (چادر سے) باہر نکال لیتے۔ (۵۱)

ز۔ مفسرین کہتے ہیں کہ جب آیت مجاہدین (سورہ ۴ النساء آیت ۹۵) نازل ہوئی اور خداوندعالم نے مجاہدین کو جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں پر برتری اور فضیلت بخشی تو عبداللہ بن ام مکتوم اور عبداللہ بن جحش جو دونوں نابینا تھے اور جہاد میں شرکت سے محروم رہ گئے تھے' رسول اللہ کے پاس گئے اور کہا کہ آپ ہماری نابینائی کا حال جانتے ہیں اور جہاد کرنے والوں پر دوسروں پر برتری حاصل ہے' چناچہ اجازت فرمائیے کہ ہم بھی جہاد کریں۔ جبرئیل نازل ہوئے اور ان دونوں کے لیے عذر لائے کہ " غیر اولی الضرر " وہ نہیں جو نابینا ہیں۔

رسول اللہ نے فرمایا " شانے کی ہڈی اور دوات لے آو " یہ آیت زید بن ثابت انصاری کو املا فرمائی تاکہ وہ لکھ لیں۔ (۵۲)

زید بن ثابت خود بیان کرتے ہیں " جب آپ پر سکینہ 'نازل ہوا میں حضورؐ کے پاس

بیٹھا تھا (اس اجتماع میں اس قدر بھیڑ تھی کہ) آپؐ کی ران میری ران پر آگئی تھی۔ (سب آلتی پالتی مارے زمین پر بیٹھے تھے)۔ آپؐ کے پیر کا بوجھ اس قدر زیادہ تھا کہ میں سمجھا میرے پیر کی ہڈی ٹوٹ جائے گی ۔ جب آپؐ کو سکون ملا تو مجھ سے فرمایا کہ لکھو اور میں نے سورہ ۴ النساء کی آیت ۹۵ لکھی۔ (۵۳)

ط۔ عبادہ بن صامت کہتے ہیں: جب آپؐ پر وحی نازل ہوتی سر نیچے جھکا لیتے (۵۴) صحابہ بھی سروں کو جھکا لیتے ۔ جب کیفیت دور ہوتی تو پھر سر اٹھاتے ۔

ی۔ انس بن مالک کہتا ہے کہ ایک دن ہم لوگوں کے درمیان (پیغمبرؐ کو) نیند آگئی۔ کچھ دیر بعد سر اٹھا کر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ مجھ پر سورہ کوثر نازل ہوئی ہے (۵۵)

ک۔ عکرمہ کہتا ہے : جب وحی نازل ہوتی تو غشی کی سی حالت طاری ہوجاتی۔ (۵۶)

ل۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں: پیغمبر ایک چار پائے (گھوڑا یا اونٹ) پر سوار تھے کہ وحی آئی اور آپؐ اس کی گردن پر جاگرے ۔(۵۷): ابن عباس کہتے ہیں: وحی کے نزول کے موقع پر آپ شدید درد محسوس فرماتے اور آپ کے سرمبارک میں بھی درد ہونے لگتا (۵۸)

کشف اور وحی میں فرق

یہاں پر ضروری ہے کہ کشف الہام یا شہود اور وحی کے مابین فرق کو بھی واضح کردیا جائے تاکہ اس سلسلے میں غلط فہمی نہ ہو۔

کشف وشہود یا الہام وہ کیفیت ہے جو انسان کی جدوجہد مسلسل ریاضت نفس اور پاکدامنی سے اسے حاصل ہوسکتی ہے جس کا تعلق صرف اسی شخص سے ہے جو کاشف ہے اور اسکے مسلسل جدوجہد اور کسی ایک موضوع کے بارے میں عمیق اور طولانی غور وفکر کے بعد یہ حالت اسے ملتی ہے۔ عرفا اور صوفیا کا ایسی حالت اور کیفیت تک وصول ایک باطنی عمل ہے جس کے مبداء کا کاشف کو علم ہونا ضروری نہیں ۔کشف کی کیفیت میں کاشف کا نفس نچلے مرحلے سے یقین کے قریب تر کے مرحلے میں داخل ہوجاتا ہے اسی طرح کشف کی کیفیت سے کوئی شخص ہرگز نبوت کے عظیم منصب کا اہل ترین نہیں بن سکتا کیونکہ کشف کا تعلق اس کے لاشعور سے ہے اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کشف صرف موحد اور مسلمان کو حاصل ہو۔ انسان کا نفس یہ استعداد اور صلاحیت رکھتا ہے کہ اگر اسے خاص تربیت اور ریاضت سے گذارا جائے تو بہت سی مبہم اور مجہول چیزیں اس پر منکشف ہوجائیں بعض مستشرقین کی یہ کوشش رہی ہے کہ وحی اور کشف وشہود کو آپس میں خلط کرکے وحی کی اہمیت اور مقام

کو لوگوں کی نظروں میں نیچے لے آئیں، جبکہ حقیقت کچھ یوں ہے کہ وحی خلاف معمول اور خلاف عادت ایک حقیقت ہے جو بندے کی زحمتوں اور ریاضتوں کا نتیجہ نہیں انعام خداوندی ہے جس کے وجود میں آنے کیلئے بہت سارے مقدمات کا فراہم ہونا ضروری ہے۔ اس لیےوحی کے مدعی کی باتوں کو بلادلیل وثبوت کے قبول نہیں کیا جاسکتا، لیکن کشف کے مدعی کی بات کو قبول کرلینے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ کشف وشہود کی حجیت صرف کاشف اور شاہد کیلئے ہے مستمع کیلئے نہیں۔ جب کسی انسان پر وحی ہوتی ہے تو وہ وحی کی حقیقتوں سے آگاہ اور اس کے باطن سے آشنا ہوتا ہے لہٰذا وحی کا تعلق نبی کے شعور سے ہوتا ہے نہ لاشعور سے۔ وحی حقیقت میں دو اعلی اور عظیم ذوات کے مابین ایسے رابطے کی عملی صورت ہے جس میں ایک عطا کرتا ہے دوسرا قبول، ایک خطاب کرتا ہے دوسرا سامع ہوتا ہے اور عام انسانی تصور سے مافوق ایک کیفیت اور رابطہ دونوں کے درمیان قائم رہتا ہے جبکہ کشف وشہود اور الہام میں ایسا نہیں ہے۔

الہام

کشف وشہود یا الہام کے بارے میں وضاحت کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ ان کی حقیقت اور اسکی حیثیت کیا ہے وحی کی جو تین اقسام بیان ہوئیں وہ انبیاء اور رسل الٰہی سے متعلق تھیں لیکن ایسا نہیں ہے کہ انقطاع وحی کے بعد غیر انبیاء کا عالم ملکوت اور عالم معنیٰ سے کوئی تعلق قائم نہ ہو سکتا ہو قرآن کریم نے ایسے انسانوں کا تذکرہ بھی کیا ہے جو فرشتوں سے ہم کلامی کرتے تھے اگرچہ وہ نبی بھی نہیں تھے۔ حضرت مریم سلام اللہ علیہا ایسے ہی انسانوں میں سے تھیں قرآن کریم کے نزدیک ایسے ہر فرد کیلئے الہام اور اشراق کا دروازہ کھلا ہوا ہے جو اپنا باطن پاک کرلیتے ہیں پس الہام انسان کا عالم معنیٰ سے رابطے اور تعلق کی ایک صورت ہے جو تقویٰ اور طہارت باطنی کے ذریعے سے قابل حصول ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا

اگر تم تقویٰ الٰہی اختیار کرلوگے تو اللہ تمہیں حق وباطل میں تمیز کا معیار فراہم کردیگا(۵۹)

اسی طرح سورہ عنکبوت میں ارشاد ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

جو لوگ ہماری خاطر مجاہدت کریں انھیں ہم ضرور اپنا راستہ دکھاتے ہیں (۶۰)

نبی کریمؐ سے منقول ایک حدیث میں آیا ہے کہ :

مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰہِ اَرْبَعِینَ صَبَاحاً جَرَتْ یَنَابِیْعُ الْحِکْمَۃِ مِنْ قَلْبِہٖ اِلٰی لِسَانِہٖ

یعنی جو شخص چالیس روز تک اپنے تمام اعمال اللہ کے لیے خالص قرار دے گا اسکے قلب سے اسکی زبان کی طرف حکمت کے چشمے جاری ہوجائیں گے۔

قرآن کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو بھی انسان حضرت ابراہیمؑ کی اس قرآنی دعا کا مصداق بن جائے :

اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تو اسکی زبان سے حکمت کی باتیں ہی سننے کو ملیں گی۔ نہج البلاغہ کے خطبہ ۲۱۹ میں امام علی مرتضیٰؑ کا فرمان ملاحظہ ہو۔

بیشک اللہ نے اپنی یادوں کو دلوں کی صیقل قرار دیا ہے جس کے باعث وہ (اوامرو نواہی سے) بہرا ہونے کے بعد سننے لگے اور اندھے پن کے بعد دیکھنے لگے اور دشمنی وعناد کے بعد فرماں بردار ہوگئے یکے بعد دیگرے ہر عہد اور انبیاء کے خالی دور میں حضرت رب العزت کے کچھ مخصوص بندے ہمیشہ موجود رہے ہیں کہ جن کی فکروں میں سرگوشیوں کی صورت میں (حقائق ومعارف کا) القاء کرتا ہے اور ان کی عقلوں سے الہامی آوازوں کے ساتھ کلام کرتا ہے حضرت علیؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں :

اَلنَّاسُ ثَلَاثَۃٌ فَعَالِمٌ رَبَّانِیٌّ وَ مُتَعَلِّمٌ عَلٰی سَبِیْلِ نَجَاۃٍ وَھَمَجٌ رِعَاعٌ

لوگوں کی تین قسمیں ہیں (۱) علمائے ربانی (۲) طالب علم ، جو راہ نجات میں تحصیل علم کرتے ہیں (۳) احمق ، جو ہر قسم کی آواز کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ (۶۱)

اس کے بعد شکایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں مجھے ایسے انسان نہیں ملے جو اخلاق اور استعداد دونوں کے لحاظ سے صالح ہوں اور میں انھیں اپنا علم دے سکوں اور پھر فرماتے ہیں :

کَذٰلِکَ یَمُوْتُ الْعِلْمُ بِمَوْتِ حَامِلِیْہِ

اسی طرح علم صاحبان علم کے مرنے سے مرجاتا ہے۔ (۶۲)

بعد ازاں یوں فرماتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ بَلٰی لَاتَخْلُوا الْاَرْضُ مِنْ قَائِمٍ لِلّٰہِ بِحُجَّۃٍ : اِمَّا ظَاہِراً مَشْھُوراً وَاِمَّا خَائِفاً مَغْمُوْراً لِئَلَّا تَبْطُلَ حُجَجُ اللّٰہِ وَبَیِّنَاتُہٗ وَکَمْ ذَا وَاَیْنَ اُولٰئِکَ (اُولٰئِکَ) وَاللّٰہِ الْاَقَلُّوْنَ

عَدَدًا ، وَالْاَعْظَمُونَ عِنْدَاللّٰهِ قَدْرًا ۔ يَحْفَظُ اللّٰهُ بِهِمْ حُجَجَهُ وَبَيِّنَاتِهِ حَتّٰى يُوْدِعُوْهَا نُظَرَائَهُمْ وَيَزْرَعُوْهَا فِي قُلُوْبِ اَشْبَاهِهِمْ هَجَمَ بِهِمِ الْعِلْمُ عَلٰى حَقِيْقَةِ الْبَصِيْرَةِ ، وَبَاشَرُوْا رُوْحَ الْيَقِيْنِ ، وَاسْتَلَانُوْا مَااسْتَوْعَرَهُ الْمُتْرَفُوْنَ وَاَنِسُوْا بِمَا اسْتَوْحَشَ مِنْهُ الْجَاهِلُوْنَ وَصَحِبُوا الدُّنْيَا بِاَبْدَانٍ اَرْوَاحُهَا مُعَلَّقَةٌ بِالْمَحَلِّ الْاَعْلٰى ' اُولٰئِكَ خُلَفَآءُ اللّٰهِ فِي اَرْضِهِ ' وَالدُّعَاةُ اِلٰى دِيْنِهِ

ہاں ! مگر زمین ایسے فرد سے خالی نہیں رہتی کہ جو خدا کی حجت کو برقرار رکھتا ہے چاہے وہ ظاہر و مشہور ہو یا خائف و پنہاں تاکہ اللہ کی دلیلیں اور نشانیاں مٹنے نہ پائیں اور وہ ہیں ہی کتنے اور کہاں پر ہیں ؟ خدا کی قسم وہ تو گنتی میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں 'اور اللہ کے نزدیک قدرومنزلت کے لحاظ سے بہت بلند 'خداوندعالم ان کے ذریعہ سے اپنی حجتوں اور نشانیوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کو اپنے ایسوں کے سپرد کردیں اور اپنے ایسوں کے دلوں میں انہیں بو دیں۔ علم نے انھیں ایک دم حقیقت وبصیرت کے انکشافات تک پہنچا دیا ہے 'وہ یقین واعتماد کی روح سے گھل مل گئے ہیں اور ان چیزوں کو جنھیں آرام پسند لوگوں نے دشوار قرار دے رکھا تھا 'اپنے لیے سہل اور آساں سمجھ لیا ہے اور جن چیزوں سے جاہل بھڑک اٹھتے ہیں ان سے وہ جی لگائے بیٹھے ہیں ۔ وہ ایسے جسموں کے ساتھ دنیا میں رہتے سہتے ہیں کہ جن کی روحیں ملاء اعلیٰ سے وابستہ ہیں یہی لوگ تو زمین میں اللہ کے نائب اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں ۔(۶۳)

اس خطبہ کے اس حصے سے بھی واضح ہوتا ہے کہ انبیاء سے خالی ادوار میں عالم ملکوت سے رابطہ رکھنے والے کچھ افراد معاشروں میں ضرور موجود ہوتے ہیں جنھیں اللہ الہامات غیبی کے ذریعے معاشرے کی تربیت واصلاح (ہدایت وراہنمائی) کی جانب متوجہ کرتا ہے لیکن یہ وحی نہیں ہوتی۔

صدر المتالھین شیرازی (رح) مفاتیح الغیب میں لکھتے ہیں۔

وحی یعنی پیغمبری اور منصب نبوت کے لیے قلب وسماعت پر فرشتے کا نزول منقطع ہوچکا ہے اور اب کسی شخص پر کوئی فرشتہ نازل نہ ہوگا اور اسے کسی فرمان الٰہی کے جاری کرنے پر مامور نہیں کیا جائے گا کیونکہ " اکملت لکم دینکم "کے حکم کے تحت جو کچھ وحی کے راستے انسان تک پہنچنا تھاوہ پہنچ چکا ہے لیکن الہام واشراق کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا اس راہ کا مسدود ہونا

ممکن نہیں (۶۴)

اک دانش نورانی اک دانش برھانی   ہے دانش برھانی حیرت کی فراوانی

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱)مفردات راغب ،ص ۵۱۵

(۲) معجم مقائیس اللغةج ۶ ص ۹۳

(۳)لسان العرب ج ۱۵ ص ۳۷۹

(۴) مفردات راغب ص ۵۱۵

(۵)المائدہ ۱۱۰

(۶) تفسیرالمیزان ،ج ۳ ص ۲۲۲

(۷) المیزان ج ۶ ص ۲۳۹

(۸) القصص :۷

(۹) تفسیر کشاف ج ۳ ،ص ۶۲

(۱۰) مریم ۱۱

(۱۱) النحل ،۶۸

(۱۲) فصلت ،۱۲

(۱۳)زلزال ۴ ـ ۵

(۱۴) انعام ،۱۱۲

(۱۵)انعام ۱۲۱

(۱۶) النحل ،۲۸

(۱۷)قصص ۷

(۱۸) انعام ۱۲۱

(۱۹)مریم ، ۱۱

(۲۰) الشوری ۵۱

(۲۱)الشعراء ،۱۹۳۔

(۲۲) قصص ـ ۳۰

(۲۳)اصول کافی ج ۱ ص ۷۶ حدیث ۱ + ۴

(۲۴) المیزان ج ۳ ص ۲۹۰

(۲۵)الشعراء ،۱۹۳ ـ ۱۹۵

(۲۶) البقرہ ، ۹۷

(۲۷)الاحزاب ، ۱۰

(۲۸) البقرہ ،۲۸۳

(۲۹) صحیح بخاری ،باب آغاز وحی ج ۱ ص ۶

(۳۰) المزمل ،۴

(۳۱)زادالمعاد ابن القیم ج ۱ ص ۲۵

(۳۲) حشر: ۲۱

(۳۳)الدرالمنثور ج ۶ ص ۱۳

(۳۴) توحید الصدوق ،ص ۱۱۵

(۳۵)یہ روایت حضرت عائشہ نے نقل کی ہے صحیح بخاری باب بدء الوحی ۲ بدء **الخلق**۶۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل

۸۷ **موطاء المالک فصل الوضوء لمن مس القرآن** ۷

(۳۶)بحارالانوار ج ۱۸: ص ۲۶ ـ

(۳۷)اس اضافے کو " ابی عوانہ " (م ۳۱۶ ھ) الصحیح المسند میں نقل کرتا ہے ۔(اتقان ۱ : ۱۶۲ نوع ۱۶ فصل ـ فتح

البارى ۱ : ۳۰) ۔

(۳۸)ترمذی : تفسیر سورہ ۲۳ ح ۱ ۔ موازنہ کریں : احمد حنبل ۱ : ۳۴ و ۴ : ۲۶۸ ' ۱۷ ۲ والدارمی : مقدمہ ۲ ۔ اس حدیث کی سند میں اختلاف ہے 'کیونکہ اس کا مدار یونس بن سلیم پر ہے جو مجہول ہے ۔ مگر حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے ۱ : ۵۳۵ و ۲ : ۳۹۲ ۔

(۳۹)**سورۃ القیامت : ۱۶**

(۴۰)بخاری : توحید ۴۳ ' نسائی افتتاح ۔ باب ۳۷ ' طیالسی شمارہ ۲۶۲۸ ' طبقات ۱ / ۱ / ۱۳۲ ۔

(۴۱)احمد بن حنبل ۔ ۲ : ۲۲۲ ' اتقان ۔ ۱ : ۱۶۲ نوع ۱۶ فصل ۔

(۴۲)حاکم اس کو ابن مسعود سے نقل کرتا ہے ۲ : ۴ ' طبرانی نے کبیر میں ابو امامہ سے نقل کیا ہے (حلیہ الاولیاء ۔ ابو نعیم ۷ / ۱۰ / ۲۷) ' بزار نے حذیفہ کی حدیث سے اخراج کیا ہے (الترغیب ۳ : ۷) مجمع الزواید ۔ ہیثمی ۔ ۴ : ۱۷

(۴۳) منہج الصادقین ۳ : ۳۱۵ ' امام فخر رازی ۸ : ۳۳۵ ' بیضاوی ۲ : ۵۵۸ ' کشف الاسرار ۱۰ : ۲۶۶ ' التجرید الصریح ۱ : ۴ ' سیرہ حلبیہ ۱ / ۱ / ۱۳۲ ' بخاری : بدرالوحی ۲ ' تفسیر ۲۴ : ۶ مسلم : فضائل ۸۶ ' احمد ۶ : ۵۸ ' ۱۰۳ ' ۱۹۷ ' ۲۰۲ ' ۲۵۶ اور آگے ۔

(۴۴)ابن کثیر ۔ ۱۲ ۔ ۱۳ ۔ صفوان بن **یعلیٰ** کی آرزو تھی کہ آنحضرتؐ کا وحی کی حالت میں مشاہدہ کرے ۔ ایک دن ایک شخص نے جو معطر جبہ پہنے تھا آنحضرتؐ سے سوال کیا کہ اس جبہ سے احرام حج وعمرہ بنا سکتا ہے ۔ آنحضرتؐ چادر اوڑھے ہوئے تھے کہ وحی آئی ۔ عمر **یعلیٰ** کو اشارہ کیا اور وہ اندر گیا اور دیکھا کہ آنحضرتؐ جیسے کوئی سو رہا ہو خر خر کررہے ہیں ۔ آپؐ کا رنگ مبارک سرخ ہوگیا ہے ۔ کچھ دیر بعد یہ حالت ختم ہوئی تو سوال کرنے والے کو بلایا اور اس سے فرمایا : تین بار اپنے جبہ کو عطر سے دھو ڈال اور عمرہ کے احرام کو بھی جب احرام حج پورا کرے ۔ حدیث میں یہ بھی آیا ہے :

" **وکان عمر یسترہ اذا انزل علیہ الوحی** " (مسلم : حج ۱۰ یا " **قد احرم فی جبۃ اذانزل علیہ الوحی** (نسائی : مناسک ۲۹) ۔

(۴۵)طبقات ۱ / ۱ / ۱۳۱ ۔ **کرب لہ** ' کا اضافہ ہے یعنی سانس پھول رہی تھی = التاج الجامع ۳ : ۲۵۱ ' مسلم : حدود ۱۳ ' الفضائل ۸۸ ' سیرہ ابن کثیر ۱ : ۴۲۳ ' احمد ۵ : ۳۱۷ اور آگے ۔ تفسیر طبری ۱۸ : ۴ ' طیالسی : ۲۶۶۷ ' سبل الہدی ۲ : ۳۴۴ و ۳۴۶ ۔

(۴۶)احمد بن حنبل ۶ : ۱۰۳ ۔ " **اذا اوحی الیہ یا خنہ شبہ السبات**

(۴۷) چودھواں آدمی ہے جو اسلام لایا ۔ دو مرتبہ حبشہ ہجرت کی۔ پہلا مہاجر ہے جو مدینے میں فوت ہوا ۔ ابن سعد ۳ : ۱۸۶ ' اصابہ ۵۴۵۵ 'اعلام ۴ : ۳۷۸ ۔

(۴۸)سورہ النحل = آیت ۹۰

(۴۹)**حیاۃ**القلوب مجلسی ۲ : ۲۵۸ سے نقل کیا گیا ۔ اسی کی مثل احمد بن حنبل ۱ :۳۱۸ ' ترجمہ تفسیر طبری ۔ ۴ : ۸۸۴ ۔ تفسیر ابو الفتوح ۔ ۳ : ۳۵۵۔

(۵۰)احمد بن حنبل ۔ ۱ : ۴۶۴ ۔

(۵۱)احمد بن حنبل ۔ ۶ : ۳۴ ۔ شمار ' (ب) کی طرح کہ سر پر کپڑا رکھے تھے یا نقاب ڈالے تھے ۔ وحی نازل ہوتے وقت گذشتہ انبیاء کے ساتھ بھی یہی ہوتا تھا چناچہ کتاب مقدس کے مطابق جب حضرت موسیٰؑ طور سینا پر مناجات کرنے جاتے تو اپنے چہرے پر نقاب ڈال لیتے تھے (سفر خروج ۔ ۳۴ : ۳۳ و ۳۴) کہتے ہیں طلیحہ اسدی جو وحی کے حاصل کرنے کا دعویٰ کرتا تھا ' انبیاء کی تقلید میں اپنے کو کپڑے میں لپیٹ لیتا اور وحی کا انتظار کرتا ۔ طبری ۔ ۱ : ۱۸۹ محاسن بیہقی ۳۳ ' طبع شوالی ' عوف بن الربیع جو عرب کے شجاع لوگوں میں تھا ' **ذی الخمار** 'مشہور ہوا۔ (قاموس وتاج العروس ۔ لفظ خمار) ۔ اسود عنسی کو بھی ' جو اسلام میں پہلا مرتد تھا جو فیروز دیلمی کے ہاتھوں مارا گیا ' **ذوالخمار** کہتے تھے۔ طبری ۱ : ۸ ۔ ۱۷۹۵ و ۶۸ ۔ ۱۸۵۳۔

(۵۲)کشف الاسرار۔ **میبدی** ۲ : ۶۵۶ ' عبداللہ بن ام مکتوم بعد میں علمدار بنا اور جنگ قادسیہ میں مارا گیا ۔ عبداللہ بن **جحش** (زینب کا بھائی) احد کے دن شہید ہوا۔

(۵۳)بخاری : **صلاۃ**۱۳ ' جہاد ۳۱ ' ترمذی تفسیر سورہ ۴ : ۱۸ نسائی : جہاد ۴ ' طبقات ابن سعد ۴را ر ۱۵۵. احمد بن حنبل ۵ : ۱۸۴ و ۱۹ ۔ ابو داود : جہاد ۱۹ ' زادالمعاد ابن قیم ۱ : ۱۸ (یا ۲۵) ' اس روایت کو عثمان بن مظعون سے بھی نقل کیا ہے : بحارالانوار ۱۸ : ۲۶۴ ' ۲۶۹ ۔ سعد السعود ۱۲۲ ۔

(۵۴)بحار۱۸ : ۲۶۱ از مناقب ۱ : ۱۴۱ مسلم : فضائل ۸۹ ' تاج ۳ : ۲۵۲ ۔

(۵۵)سنن نسائی : باب **قراۃ بسملہ** ۲ : ۱۳۳۔ (۵۶) طبقات ابن سعد ارار ۱۳۱

(۵۷)مجمع البیان طبرسی ۱۰ : ۳۷۸ ' بحارالانوار ۱۸ : ۲۶۳ ۔

(۵۸)بحارالانوار ' ج ۱۸ ' ص ' ۲۶۱ ۔ (۵۹)الانفال ' ۲۹

(۶۰) عنکبوت ' ۶۹ (۶۱)**نہج البلاغۃ** 'ق ر ۱۴۷ ر ۳

(۶۲) **نہج البلاغۃ** ق ر ۱۴۷ ر ۱۰۔ (۶۳) **نہج البلاغۃ حکمت** ۱۴۷

(۶۴)مفاتیح الغیب صدر المتالھین شیرازی ص ۱۳ ختم نبوت استاد مطہری 'ص ۳۲